ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ناول "انسان اور دیوتا" کے تہذیبی و فکری تصورات

ڈاکٹر طارق بن عمر

انچارج چیئرمین، شعبہ اردو،

شاہ عبداللطیف، یونیورسٹی، خیرپور

تلخیص:۔ نسیم حجازی کا ناول "انسان اور دیوتا" ہندو سماج کے اُس رُخ کو پیش کرتا ہے، کہ جس نے صدیوں سے انسانوں کو تقسیم کیے رکھا۔ اِس تقسیم نے گہرے اثرات ہندوستان پر مرتب کیئے۔ فطرت کیا ہے! انسانی بے بسی کسے کہتے ہیں اور زندگی ایک جہدِ مسلسل کا نام ہے، جیسے عناصر سامنے آتے ہیں، قدیم ہندوستانی معاشرتی زندگی کی کہانی خوبصورت الفاظ میں سموئی ہے۔

Abstract: *Insan and Devta (Man and the Spirit) a captivating novel by Naseem Hijazi present those colors of Hindu society which keeps people divided and classified since centuries. This division has casted adverse affects on India. The Themes of life, nature, existential crisis, helplessness and human struggle are explored and presented in this novel. The current study explores these themes through the textual analysis.*

کلیدی الفاظ:۔ شودر، دیوتا، انسان، سماج، فطرت، آرزوئیں۔

ناول "انسان اور دیوتا" نسیم حجازی کا ایک ایسا ناول جس میں آپ نے ہندو سماج میں موجود اُن عناصر کا ذکر کیا ہے، جہاں صدیوں سے انسانوں کو غلامی کا ایک ایسا طوق گلے میں پہنچایا، کہ جس نے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف ایک مذہب کا روپ اختیار کر لیا بلکہ انسانوں کی تفریق کو قبولیت کا درجہ دے کر اُسے اِس چکر سے نکلنا نہ ممکن بنا دیا۔ اِس طرح ذات پات کی تقسیم نے انسانوں کے ذہنوں میں برسوں پرورش کی، یوں انسان یا تو برہمن بن کر ایک اعلیٰ مقام تک جا پہنچا یا پھر وہ شودر بن کر انسانیت کے اُس پست ترین درجے تک پہنچ گیا کہ جہاں پر خود انسانیت بھی شرما گئی۔ ہندوستان میں بسنے والے شودروں کی زندگی کا جب نسیم حجازی نے مطالعہ کیا تو خود غرضی، انا پرستی کس طرح انسان کو جانور سے بھی بدتر بنا دیتی ہے، آپ نے اِس کیفیت کو سمجھا۔

> "ہندوستان کے شودر اپنی ذلت اور بے بسی کے مسکن سے اس لیے سر نہ اُٹھا سکے کہ انہوں نے برہمن کی دائمی غلامی کو اپنا مقدر سمجھ لیا تھا اور ماضی کے ظالم اُن کی نگاہوں میں مستقبل کے دیوتا بن گئے تھے"۔(۱)

ہندوستانی معاشرہ میں اِس تقسیم نے گہرے اثرات مرتب کیئے، انسانوں پر منفی سوچ نے نہ صرف اُن کی شخصیت پر تفریق کے اثرات مرتب کیے بلکہ تلخی کا عنصر اُن کی زندگیوں میں بھی دَر آیا۔ یوں فِطرت دھندلاہٹ کا شکار ہو گئی۔ یوں ہندوستانی معاشرہ شعوری اور فکری طور پر اپنے عدم توازن کے باعث شودروں کو پیس کر رکھ دیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں،

> "قوموں میں دشمنیاں بھی ہوئی ہیں، ملکوں میں خانہ جنگیاں بھی ہو چکی ہیں، لیکن غالباً کبھی دنیا کی دو قوموں کے درمیان عداوت نے یہ شدت یہ تلخی اور تندی اختیار نہیں کی ہے۔ انسان انسان سے بارہا لڑا ہے، مگر لڑائی میں کمینہ پن اور بدمعاشی کا جو مظاہرہ یہاں ہوا ہے یہ اپنی نظیر بس آپ ہی ہے، یہاں انسان صورت جانوروں نے وہ کام کیے ہیں کہ اگر کتوں اور بھیڑیوں پر ان کا الزام تھوپ دیا جائے تو وہ بھی اسے اپنی توہین محسوس کریں اور یہ کرتوت چند گنے چنے بدمعاشوں کے نہیں تھے بلکہ پوری پوری قوموں نے اپنے آپ کو بدمعاش ثابت کیا"۔(۲)

نسیم حجازی کا یہ ناول "انسان اور دیوتا" تیئیس (۲۳) ابواب پر مشتمل ہے اور ایک مکمل کہانی اپنے اندر رکھتا ہے۔ سکھدیو اِس ناول کا ایک اہم کردار ہے جو ذات کا برہمن ہے، اور اپنے آپ کو ایک اعلیٰ نسل اور برتر انسان سمجھتا ہے۔ انسان میں تبدیلی سوچ و فکر سے آتی ہے، کچھ ایسا ہی عمل سکھدیو کے ساتھ بھی ہوا۔ وہ افراد جسے وہ اچھوت، شودر، کم تر سمجھتا تھا، جب اُن سے مِلتا ہے تو اُسے زندگی کا حاصل سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ جن انسان مذہب کی بندشوں کو زندگیوں کی مجبوریوں میں دیکھتا اور محسوس کرنے لگتا ہے تو زمینی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

حقائق سامنے آتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرے میں پائے جانے والے تصورات نے اِس معاشرے کو مذہبی رنگ دے کر افراد میں بیزاری کے عوامل کو اُجاگر کیا۔ جب کوئی فرد سچائی کی تلاش میں نکلتا ہے تو سماج اُسے نہ صرف باغی محسوس کراتا ہے، بلکہ اُس کے کردار کی اہمیت کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ نسیم حجازی نے اِس ناول میں ایک ایسی عورت کنول نامی کِردار بھی پیش کیا جو اپنے اندر اتنی طاقت رکھتی ہے، کسی کی بھی کایا پلٹ سکتی ہے۔ ماضی کا عقیدہ، مذہب سب کچھ تبدیل کر کے رکھ دے۔ زندگی کی صداقت یہی ہے کہ سب انسان برابر ہیں۔

> "کنول کے ساتھ اُس کا لگاؤ محض رحم و انصاف کے اُن مقدس جذبات کی پیداوار تھا، جن کے ماتحت وہ نوح انسان کو ہر گزرے ہوئے فرد کو اٹھانے کے لیے تیار تھا۔ لیکن اچھوت قوم کی ایک حسین لڑکی کو ایک شمع تصور کر کے ک اِس پر پروانہ وار فدا ہو جانا اُس کے وقار کے منافی تھا۔ وہ کسی کے لیے شفقت کا ہاتھ اٹھانے سے پہلے اُسے اپنے لطف و کرم کا متمنی دیکھنے کا آرزومند تھا لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے اس کا یہ وہم دور ہوتا گیا کہ حُسن اور معصومیت کی یہ ملکہ اپنے غرور کا تاج اُتار کر اُس کے پاؤں پر رکھ دے گی"۔(۳)

جب حالات بدلے اور راجہ نے اپنی دوسری فوج کے ساتھ سکھدیو کو اور کنول کو گرفتار کیا، تو دونوں کے لیے جو سزا تجویز ہوئی وہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ سماج سے بغاوت ہی اصل جُرم قرار پاتا ہے۔ انسان سماج سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا، حالات و واقعات اگر اُسے اِس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ فِطرت کے خلاف چلے تو سماج میں موجود قوت اُس پر اثر انداز ہو گی، اور ایسا فرد اپنے اندر بے بسی سے محسوس کرتا ہے۔ سکھدیو نے جو قدم اُٹھایا تھا، وہ معاشرہ میں نہ صرف غیر معمولی تھا، بلکہ اُس کے اثرات بھی آنے والے وقتوں پر پڑتے تھے۔ ایک ایسا عمل جسے ہم اپنی زندگی کا معمولی حصہ قرار دیتے ہیں، بعض اوقات یہ عمل پوری زندگی کے لیے مثبت یا منفی رُخ اختیار کر جاتا ہے۔ نسیم حجازی نے ناول "انسان اور دیوتا" میں سکھدیو کے کِردار کو انسان اور انسانیت کی پہچان کے طور پر پیش کیا۔ معاشرے میں موجود منافقانہ رویے جس مذہب کے نام پر انسان کی خباثتیں اجاگر کرتے ہیں، جب سکھدیو کی سمجھ میں آگئی تو اُس نے اِس حقیقت کو سمجھ لیا کہ زندگی کی سچائی یہ ہے کہ انسان اور زندگی کے درمیان کوئی حائل نہ ہو۔

> "قومی اتفاقی حادثات سے تباہ نہیں ہوتیں۔ وہ اس وقت ہلاک ہوتی ہیں، جب اُن کا اجتماعی احساس ختم ہو جاتا ہے۔ سنگلاخ چٹانیں سمندروں کی تند و تیز لہروں میں بھی اپنی جگہ قائم رہتی ہیں، لیکن ریت کے تودے اور تنکوں کے انبار وقت کی آندھیوں کے سامنے نہیں ٹھہرتے"۔(۴)

نسیم حجازی نے ہندوستان کے معاشرے کی وہ نہایت ہی بھیانک تصویر پیش کی ہے کہ جس کا وجود آج بھی کسی نہ کسی طور ہمارے یہاں موجود ہے۔ جب انسانی جذبات و احساسات کو کچل کر رکھ دیا جاتا ہے، اور بعض لوگوں کا نصب العین صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ حکمرانی کریں، تو ایسے افراد ہمیشہ اِس کوشش میں ہوتے ہیں کہ معاشرے میں شعور کو پنپنے نہ دیا جائے، ہر قسم کا ظلم و ستم جائز قرار دیا، انسانوں کی تقسیم جائزہ اور خود کو بھگوان کا نمائندہ قرار دے کر مکمل طور پر صرف اپنی شخصیت کو سامنے رکھتا۔ نسیم حجازی نے اِس ناول میں انسانی جبلتوں اور نفسیات کے مختلف رنگ پیش کیئے۔ سکھدیو کا کِردار وقت کے تقاضوں کی مناسبت سے تخلیق کیا گیا تھا، جو ایک طرف اعلیٰ انسانی اخلاق کا مالک تھا تو دوسری جانب ایک رومانوی عنصر اور معاشرتی مقاصد و تقاضوں کو بھی سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ رسم و رواج کی پاسداری کو مذہب کا رنگ دے دیا گیا تھا۔ روحانیت کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ناول "انسان اور دیوتا" انسانوں کی اُن کیفیات کی عکاسی کرتا ہے، جہاں پر زندگی اور موت کے فلسفے کی وضاحت کی گئی ہے۔ نسیم حجازی نے اس ناول کے دوسرے حصے تک آتے آتے، سکھدیو کو، رامو کے ہاتھوں مر جانے دیا، اور رامو کو سکھدیو کا دوست مادھو مار دیتا ہے۔ یوں کہانی کو ایک موڑ مل جاتا ہے۔ نسیم حجازی نے کِرداروں سے زیادہ تہذیب کو مدِ نظر رکھا، اِس تہذیب نے وطن پرستی اور سیاسی جذبات کو افراد میں تقسیم کر دیا، یوں زندگی ایک جہد مسلسل کی طرح بن جاتی ہے۔ انسانوں کے درمیان دُکھ اور درد کا مقام ایک غلامانہ ذہنیت کو پیدا کرتا ہے۔ ایک ایسا عذاب دعوتِ فکر دیتا ہے جہاں پر انسان مایوسی کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور خود کو وقت کی لہروں پر چھوڑ دیتا ہے۔ سکھدیو کے مرنے کے بعد کنول نے بھی خود کو اسی درد میں پایا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"کنول پر وہ محویت طاری ہو چکی تھی جو کسی انسان میں مایوسی اور بے بسی کی انتہا دیکھنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔۔۔ جو ایک جیتے جاگتے انسان کو پتھر کا مجسمہ بنا دیتی ہے۔ ایک اضطراب مسلسل اس کے لیے ایک دائمی سکون بن چکا تھا۔ اس کے دل میں جو غم کے سمندر کی آخری گہرائیوں میں غوطے کھا رہا تھا۔ زندگی کے ادنیٰ تفکرات کی کوئی اہمیت نہ تھی"۔(۵)

ہندوستانی معاشرہ گھٹن زدہ معاشرہ تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جو اپنی بوسیدگی کے آخری مراحل طے کر رہا تھا۔ اسے اچھوتوں اور شودروں کے خون سے نئی زندگی ملتی تھی۔ کسی بھی نظام کی خرابی کو دور کرنا ہو تو سب سے پہلے اِس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اصل بُرائی ہے کیا، اور ذہنی طور پر بیداری کا ہونا لازم ہے۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ بیداری پر ہمیشہ جذباتیت حاوی رہی ہے۔ انسانوں کی سادگی نے اُسے عقل اور انسانیت سے دور کر کے تذلیل کو اپنا شعار بنالیا۔ نسیم حجازی نے ناول کے آخر میں حالات و واقعات کا گہرا مشاہدہ پیش کیا۔ اُمید و نااُمید کا راستہ دکھایا، جس شاہراہ پر کروڑوں افراد بھٹک رہے ہیں۔ زندگی میں نشیب و فراز کا عمل اِس لیے ضروری قرار پاتا ہے کہ اِس سے انسان میں جہدِ مسلسل کا عنصر قائم رہتا ہے۔

یہ انسان کی فِطرت ہے کہ جب وہ ابتداء میں کسی شاندار کامیابی کا منہ دیکھ چکا ہو تو مایوسی کی خطرناک گھٹاؤں میں بھی امید کے چراغ جلا لیتا ہے، لیکن ایسا انسان جو ابتداء میں ناکامیوں کی انتہا دیکھ چکا ہو، اول تو کسی شے کو اپنی امیدوں کا مرکز نہیں بناتا اور اگر بنا بھی لے تو حصولِ مُدعا کے یقین کے باوجود وہ مطمئن نہیں ہوتا۔ منزلِ مقصود کی طرف اس کا ہر قدم ہزاروں خطرات کا تصور لیے بغیر نہیں اٹھتا اور حصولِ مقصد کے بعد بھی اس کی حالت اس مفلس آدمی کی سی ہوتی ہے جسے راہ میں پڑے ہوئے جواہرات کا انبار مل جانے پر مال دار ہونے کی خوشی کی بجائے دوبارہ لُٹ جانے کا ڈر ہو""۔(۶)

رندھیر اور کنول ایک ایسے کردار جو قربانی کی اصل روح سے واقفیت رکھتے تھے۔ حالات کے بدل جانے کی اُمید، فرد کے احساس کی گہرائی کا پتہ بتاتی ہے۔ انسانوں کی تقسیم کے خلاف جس نے آواز بلند کی، اُن کی آواز ہمیشہ کے لیے دبا دی گئی۔ افلاس اور ظلم و ستم کا سفر صدیوں سے طے کرتا ہوا، آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے، چونکہ دلوں کی کیفیت کو کوئی سمجھ نہیں سکا۔ اِسی طرح ہندوستانی معاشرے میں بلند و پست کو ایک صف میں کھڑا کرنا، عمل سے ہی ممکن ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ خود انسان کو اپنا مقام معلوم نہیں۔ رام داس نے مادھو کو جو نصیحتیں کیں، اُس سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں، ہندو سماج میں معاشرے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ابھی تک صدیوں پُرانے حیوانیت کو لے کر بیٹھا ہوا ہے۔

"اُونچی ذات والوں سے تمہاری جنگ اس لیے نہیں کہ انہوں نے انسانیت کے تمام حقوق تم سے چھین لیے ہیں۔ نہیں، تم صرف اپنے طاقتور آقاؤں سے چند مراعات چاہتے ہو اور وہ یہ کہ وہ تمہارے لیے اپنے مندروں کے دروازے کھول دیں تمہیں اپنے کنوؤں سے پانی پینے دیں، اپنے شہروں میں داخل ہونے دیں اور اپنی مورتیوں کی پوجا کرنے دیں۔۔۔ تم اس جگہ جا رہے ہو، جہاں آزاد لوگ بستے ہیں۔ وہاں موہنی کے ساتھ تمہیں شہروں اور مندروں کا خیال نہ ستائے گا۔ تم یہ سب کچھ بھول جاؤ گے۔ تمہیں مورتیاں بنانے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ لیکن اپنے دل کو یہ فریب نہ دینا کہ تم آزاد ہو اور آزاد رہو گے۔ زیادہ دیر امن کی نیند نہیں سوتے۔ اس وادی سے کوئی گنگا رام پھر اُٹھے گا اور بے فکری کی نیند سونے والے چرواہوں کو غلامی کی زنجیریں پہنچا دے گا"۔(۷)

ناول "انسان اور دیوتا" میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں، جو ایک اچھا قاری اپنے ذہن میں رکھتا ہے۔ کہانی کی شروعات اپنی فطرت پر ہے۔ ارتقاء کی تمام کڑیوں کو جوڑا گیا ہے۔ البتہ ایسا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ ناول "انسان اور دیوتا" کے مضامین کچھ کم کر دیئے جاتے تو نہ صرف کہانی کی طوالت کچھ کم ہوتی بلکہ دلچسپی کا تسلسل بھی برقرار رہتا۔ ناول کے مکالمے اہمیت کے حامل ہیں۔ یوں ہمیں ہندوؤں کی معاشرتی زندگی کے ساتھ ساتھ اُن کی ثقافت، معاشی سرگرمیوں اور مذہبی رسومات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جو چیز ہمیں نظر آئی وہ یہ ہے کہ اگر نظریہ مذہب میں سراہیت کر جائے تو انسان کی سوچ اور کردار اُسے کہاں تک لے جا سکتا ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے بیٹی؟

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

موہنی

جیتی رہ بیٹی! چلو مادھو!

رندھیر نے کہا! چلو ہم بھی چلیں موہنی!

موہنی! نے چلتے چلتے رک کر پوچھا، شنکر کہتا تھا یہ اچھوت ہے تم بھی اچھوت ہو؟

کنول نے درد بھری آواز میں جواب دیا، میں۔۔۔۔۔ میں اچھوت ہوں لیکن میرا بیٹا۔۔۔!

موہنی، کنول کا مطلب نہ سمجھ سکی لیکن کم سن ہونے کے باوجود وہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی کہ اس نے یہ سوال پوچھ کر اچھا نہیں کیا۔ اس نے گھبرا کر دوسرا سوال کیا، اچھوت کیا ہوتے ہیں؟

تمہیں معلوم نہیں؟

نہیں تو!

کنول نے جواب دیا، اچھوت انسان ہوتے ہیں، محبت کرنے والے انسان لیکن اِسی دنیا میں انہیں انسان نہیں سمجھا جاتا، چلو مادھو! جاؤ بیٹا تم بھی۔۔!"۔(۸)

انسانی ذہن کو مذہبی تفریق کُند ذہن بنا دیتی ہے، اور اِس ناول میں شودر اور برہمن کے نفسیاتی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

"سارتری نے حیران ہو کر کہا، بھگوان کے مندر میں چوری!

بھلا ایسا پاپ کون کر سکتا ہے!

یہ کسی شودر کا کام ہو سکتا ہے!

موہنی کا ماتھا ٹھنکا وہ ارجن کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی پتا جی چور کا کچھ پتہ نہیں لگا!

بیٹی تلاش ہو رہی ہے اگر چور پکڑا گیا تو بہت بڑی سزا دی جائے گی اسے،

کیسی سزا پتا جی؟

میرے خیال میں اس کا بلیدان دیا جائے گا۔

اگر کوئی اُونچی ذات کا ہوا تو بھی؟

پگلی کہیں کی، بھلا اُونچی ذات کا آدمی مندر میں چوری کر سکتا ہے؟ یہ کسی شودر کا کام ہے"۔(۹)

ناول "انسان اور دیوتا" میں نسیم حجازی نے بہترین منظر نگاری کی ہے، آپ کے ہاں فلسفیانہ پہلو نہیں۔ آپ نے منظر نگاری سے کسی بھی قسم کی بندش روا نہیں رکھی۔

"کوئی قابلِ قدر ناول منظر نگاری، سماں بندی اور مرقع کشی سے خالی نہیں ہو سکتا اور اطناب و ایجاز کا خیال رکھ کر انہیں "پس منظر" میں پیش کرنا فن کارانہ ہوشیاری و ہنر مندی کی دلیل ہے"۔(۱۰)

نسیم حجازی کے ناول "انسان اور دیوتا" کی منظر نگاری میں انسانوں کے دُکھ درد، معاشرتی و معاشی مسائل، اِس کے ساتھ ساتھ کسی حد تک تنقیدی پہلو بھی روا نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"ناول نگار اپنے ماحول دو طرح سامنے لاتا ہے، ایک یہ کہ وہ سماج کے بازاروں، گلیوں، سڑکوں وغیرہ کی حالت پیش کرتا ہے، دوسرے یہ کہ مناظر قدرت کو پیش کرتا ہے، اُن میں جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں وغیرہ کی تصویریں ہمارے سامنے لائی جاتی ہیں، ان دونوں حالتوں میں ناول نگار اپنی قوت واقعہ نگاری دکھاتا ہے"۔(۱۱)

نسیم حجازی نے اِس ناول میں براہِ راست انسان کی سماجی زندگی کو محور بنایا، جہاں پر انسان خود کو بے بس سا محسوس کرتا ہے۔ سماجی و معاشرتی زندگی کا گہرا شعور دکھایا۔ جہاں ایک جانب مناظرِ فطرت کو پیش کیا، تو دوسری جانب ہندوستان کی مذہبی و معاشرتی زندگی میں پائی جانے والی اُونچ نیچ، انسانوں کی بے بسی، ذہنی انتشار وغیرہ کو بہت خوبی سے بیان کیا۔ منظر اور کردار جب تک آپس میں گہرا تعلق قائم نہ کرلیں زندگی کی عکاسی مکمل نہیں ہو پاتی۔ جہاں فِطرت اپنے رنگ دکھا رہی ہے، وہیں پر انسانی زندگی کے رنگ بھی موجود ہیں،

"ایک شام سکھویو حسبِ معمول سیر کے لیے نکلا۔ آسمان پر بادل چھا رہے تھے اور ساون کی بھیگی ہوئی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے بارش کی آمد کا پیغام دے رہے تھے۔ سکھدیو دریا کے کنارے ایک اُونچی چٹان پر کھڑا ہو کر بہتے ہوئے پانی کا دلکش منظر دیکھنے لگا۔ دریا کی لہریں اُس کی آنکھوں کے سامنے گذشتہ واقعات دہرانے لگیں اور وہ گردوپیش سے بے خبر سا ہو کر پھر ایک بار اپنی زندگی کا وہ حسین ترین نغمہ سننے لگا جس کے الفاظ یہ تھے:
پتاجی کو ڈر تھا کہ آپ خفا ہو جائیں گے۔۔۔ میں روٹی نہیں لاتی۔۔۔ یہ آم ہیں۔۔۔ کھانے کی چیز کھالینے میں کیا حرج ہے؟"۔(۱۲)

نسیم حجازی نے انسانی محسوسات کو اِس طرح جوڑا ہے کہ منظر نگاری بھی نمایاں ہوتی گئی۔

"شام کے وقت حسبِ معمول مادھو نے ایک پہاڑی کا رُخ کیا۔ آج اُسے اپنا جسم ہلکا معلوم ہوتا تھا اور وہ چلنے کی بجائے بھاگ رہا تھا۔ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ آج بھگوان کی دنیا اسے مکمل نظر آتی تھی۔ آج اُسے بھگوان کی زبردست قوت کا اعتراف ہوا تھا۔ موہنی اسی کے اشارے سے جھیل پر پہنچی تھی، اسے درخت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کوئل کو بھی اسی نے بھیجا تھا۔ اس کی بنسری کے سروں کو بھگوان ہی نے یہ تاثیر عطا کی تھی کہ موہنی چلتے چلتے واپس لوٹ آئی اور یہ بھی اسی کی دیا تھی کہ ایک اُونچی ذات کی لڑکی نے اتنے سالوں کے بعد اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اسکے ساتھ نفرت سے پیش نہ آئی۔ بھگوان کے اس خوش گوار تصور نے اس کی دبی ہوئی اُمنگوں کو اُٹھتے ہوئے ولولوں میں تبدیل کر دیا وہ تصور میں اپنی بوسیدہ جھونپڑی سے نکل کر شہر کے خوبصورت مکانات کی سیر کر رہا تھا۔ وہ ایک ایسی دنیا کی تعمیر کا خواب دیکھ رہا تھا جس میں بسنے والے چھوت اور اچھوت کے الفاظ سے ناآشنا تھے۔۔۔
بھگوان کی زبردست طاقت پر اعتماد اور یقین کی بدولت زندگی کے ہر افق پر مایوسی کی گھٹائیں اسے صبح کی آمد کا پیغام دینے لگیں"۔(۱۳)

ناول "انسان اور دیوتا" موجود تیکھے پن نے اِسے منفرد خصوصیت عطا کی، معاشرے کی رسم و رواج موجود ہیں، ایک جانب تو دوسری طرف ایک ایسے معاشرے کی تصویر ہے، جو زخموں سے چور چور ہے۔ معاشرے کی ناقدریں، آرزوئیں، مایوسی لیکن اِسی اندھیر میں ایک نیا عزم کہ سب کچھ بدل کر رکھ دیں گے، جہدِ مسلسل کی کہانی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ڈاکٹر ممتاز منگوری لکھتے ہیں،

"جزئیات کی احسن ترتیب اور ان میں منطقی ربط کا دوسرا نام پلاٹ ہے۔ ہر ناول نگار کے ذہن میں بنیادی طور پر اپنے ناول کا ایک خمیر موجود ہوتا ہے اور وہ ناو لکھنے سے پہلے اپنے لیے واقعات کی ترتیب کا بنیادی خاکہ ضرور مرتب کر لیتا ہے، جو ناول کی تکمیل تک بسا اوقات کئی صورتیں بدلتا ہے، جزئیات کی عمدہ ترتیب سے پلاٹ میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے، حقیقت کا رنگ بھی گہرا ہوتا ہے اور مطلوبہ ماحول بھی بنتا ہے"۔(۱۴)

ہندو سماج کی تہذیب، شودر افراد کی معاشرتی طرزِ زندگی کا نقشہ نسیم حجازی نے خوبصورت انداز سے کھینچا ہے۔

عبد المجید سالک لکھتے ہیں،

"آج سے ہزاروں سال قبل کی معاشرت کا تصور کرنا اور اُس زمانے کے حالات، پرانے انسانوں کے مشاغل، جذبات اور فِطرت صحیحہ کی رہبری کے کرشموں کو محض تخیل کی مدد سے قلم بند کرنا بے انتہا مشکل کام ہے، لیکن نسیم حجازی اس مشکل کام میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوتے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا ہے کہ ہندوستان کی کھڑے پانی کی سی زندگی میں آج بھی ایسے گوشے موجود ہیں، جن میں ہزار ہا سال کے بعد بھی کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ اُنہوں نے اُونچی ذات والوں کے ہاتھوں اچھوتوں کی ویرانی، انسان کی طبعی شقاوت کی بیداری اور بت پرستی اور عدم مساوات کے خلاف فطرت کا جو فسانہ لکھا ہے وہ محض زمانہ قدیم کی تاریکیوں ہی کی داستان نہیں ہے بلکہ آج بھی وسط ہند اور جنوبی ہند میں اس کے مظاہر آئے دن نظر آتے ہیں"۔(۱۵)

نسیم حجازی نے دکھی انسانیت کو بہت ہی قریب سے دکھایا، زندگی کی اُن حقیقتوں کو پیش کیا، جو عام طور پر ہماری نظروں سے اُوجھل رہتی ہیں۔ آپ نے معاشرے کی اصلاح کا جذبہ لیے وہ کِردار پیش کیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں بعد بھی آج معاشرے میں ان کی اہمیت اور ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل عمل کے ساتھ جذبے کا ہونا لازمی ہے، اور فرد کو اِس بات کا یقین ہو کہ وہ ہر قسم کی مشکلات پر قابو پانے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے، اور یہی اِس ناول "انسان اور دیوتا" کا حاصل ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۷۔
۲۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، حصہ دوم، اسلامک پبلی کیشن لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص ۲۹۵۔
۳۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۷۔
۴۔ نسیم حجازی، اندھیری رات کے مسافر، جہانگیر بکس، س ن، ص ۷۔
۵۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۹۳۔
۶۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۵۰۔۴۹۔
۷۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۴۰۰۔۴۰۲۔
۸۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۲۵۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

۹۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۵۷۔
۱۰۔ اردو ناول کی تاریخ، تنقید، علی عباس حسینی، ص ۶۶۔
۱۱۔ ناول کیا ہے: احسن فاروقی، ڈاکٹر، س ن، ص ۳۳۔
۱۲۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۶۲۔
۱۳۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۳۹۔
۱۴۔ شرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ڈاکٹر ممتاز منگوری ص ۳۷۔
۱۵۔ نسیم حجازی، انسان اور دیوتا، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۳۔ ۲۲۔

☆☆☆